ایک حکایت

دُعَاء

فقط انسان ہی نہیں، ہر ذی حیات، ہر ذی شعور اپنے اندر کچھ آرزوئیں رکھتا ہے۔ یہی آرزوئیں دُعائیں۔ کون ہے جو اپنی آرزوؤں کی تکمیل نہیں چاہتا؟ آرزوئیں جائز بھی ہوتی ہیں اور ناجائز بھی، عارضی بھی اور مستقل بھی۔ چھوٹی بھی اور بڑی بھی، ممکن بھی اور محال بھی۔ آرزوؤں کا اظہار کئی طرح ہوتا ہے۔ نو گرفتار پرندہ قفس میں پھڑپھڑاتا ہے۔ یہ اس کی آرزوئے آزادی کے اظہار کا ایک طریقہ ہے۔ شیرخوار بچہ ہے روتا ہے اور یہ خواہشِ شیر کے لئے ایک اندازِ اظہار ہے۔ اور ایک گویا انسان زبان سے کچھ الفاظ نکالتا جو اظہارِ آرزو کا ایک دوسرا ڈھنگ ہے۔

ہر آرزومند اپنی آرزو کی تکمیل کے لئے کچھ نہ کچھ ہاتھ پاؤں بھی مارتا ہے۔ کچھ کوشش وسعی اور کچھ جدوجہد کرتا ہے جو تکمیلِ آرزو کا پہلا قدم ہے۔ طائرِ نوگرفتار کا پھڑپھڑانا اور طفلِ گرسنہ کا رونا اسی کا ظہور ہے۔

سمجھدار انسان بھی کوئی نہ کوئی کوشش ضرور کرتا ہے اور اس کی کوشش کا رُخ کسی ایسی سمت ہوتا ہے جہاں اسے تکمیلِ آرزو کا زیادہ یقین ہو۔ جیسے پیاس لگے گی وہ گھڑے کی طرف جائے گا گھڑی کی طرف نہیں جائے گا۔ لیکن یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ انسان اپنی ہر آرزو پوری کرنے کا سامان ہمیشہ نہیں پاتا، بسا اوقات اس پر یہ منزل بھی آتی ہے کہ جب اسے تکمیل آرزو کا کوئی سامان نظر نہیں آتا، اس وقت وہ ایسی شئے کی تلاش کرتا ہے جو تکمیل آرزو کی قدرت رکھتا ہو۔ وہ دیکھتا ہے کہ جن ذرائع سے ہمارا کام چلتا ہے وہ نہ فقط یہ کہ کسی موقعے پر بے بس ہو جاتے ہیں بلکہ وہ خود مجبور ہو کر اپنی تکمیل آرزو کے لئے کسی اور ذریعے کے محتاج ہو جاتے ہیں۔

یہی وقت ہوتا ہے جب کہ انسان ایک ایسی بالاتر ہستی کی طرف رجوع کرتا ہے جو خود کسی کی محتاج نہیں ہوتی اور سب اس کے محتاج ہوتے ہیں۔ پھر وہ اس کے سامنے اپنی آرزوئیں پیش کرتا ہے اور وہ آرزوئیں الفاظ کی شکل اختیار کر لیتی ہیں اور ان ہی کے مجموعے کا نام دعا ہو جاتا ہے۔

یہ دُعائیں صحیح بھی ہوتی ہیں اور غلط بھی، بلند بھی اور پست بھی، مختصر بھی اور طویل بھی، جامع بھی اور جزئی بھی، بے محل بھی اور برمحل بھی، بے وقت بھی اور بروقت بھی۔ اس لئے ضروری ہے کہ دعا کے لئے ایسے ضروری آداب بتائے جائیں جو امکان قبول کو زیادہ سے زیادہ قریب لے آئیں۔

احادیث میں ہمیں دعا کی بعض بڑی ضروری جزئیات ملتی ہیں جن کا پیشِ نظر رکھنا ہر دعا کرنے والے کے لئے

ضروری ہے۔ مثلاً یہ کہ دعا کے لئے یقین بڑی ضروری چیز ہے ارشاد ہوا کہ:

ادعوا اللہ وانتم موقنون بالاجابۃ ۔۔۔ (رواہ الترمذی عن ابی ہریرہ)

قبولیت کا یقین رکھتے ہوئے اللہ سے دعا کیا کرو

دیکھنے میں یہ ذرا سی بات معلوم ہوتی ہے لیکن حقیقتہً یہ یقین ایک ایسا مرکزی نقطہ ہے جہاں کائنات کی ساری توانائیاں سمٹی ہوتی ہیں ع جو ہو ذوقِ یقین پیدا تو کٹ جاتی ہیں زنجیریں۔ اگر یقین نہ ہو تو اس کا لازمی نتیجہ "یاس" ہوگا جو کفر ہے از روئے قرآن۔

یا مثلاً یہ کہ قبول دُعا کے لئے صبر و انتظار بھی ضروری ہے۔ ارشاد ہُوا:

یستجاب لاحدکم مالم یعجل یقول قد دعوت ربی فلم یستجب لی۔ (رواہ الستۃ الا مالکا عن ابی ہریرۃ)

بعض لوگوں کی دعا اس وقت قبول ہوتی ہے کہ وہ جلدی نہ مچائیں اور یہ نہ کہیں کہ: میں نے اللہ سے دعا تو کی مگر اس نے قبول نہ کی۔

قبول دعا کا بھی ایک خاص نظام ہے جو ہماری جلد بازیوں کا پابند نہیں۔ اس لئے دعا قبول ہونے کا مطلب یہ نہیں کہ اسی آن اس کا ظہور ہو جائے۔ اگر کوئی شخص اپنی اولاد کے لئے ایک کامیاب آدمی ہونے کی دعا کرے اور وہ دُعا قبول ہو جائے تو اس کا یہ مطلب نہیں کہ اسی وقت وہ جوان اور ادھیڑ ہو کر ایک کامیاب انسان بن جائیگا بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ دعا قبول تو ہو گئی مگر اس کا ظہور اپنے وقت ہی پر ہوگا۔ اسی طرح زندگی کے دوسرے معاملات ہیں۔ دعا قبول ہونے کے باوجود اس کا ظہور اسی آن ہونا ضروری نہیں۔ اس لئے جلدی مچانا تو گویا خدا کو اپنی آرزوؤں کا پابند بنانا ہے۔ دعا کبھی نامقبول نہیں ہوتی۔ دعا ہوتی ہی ہے قبول ہونے کے لئے لیکن اس کی قبولیت کی کئی شکلیں ہوتی ہیں مثلاً:

(۱) مطلوبہ چیز اسی طرح حاصل ہو جاتی ہے جس طرح بندے کی آرزو تھی۔

(۲) کسی دوسری شکل میں وہی چیز حاصل ہو جاتی ہے۔

(۳) اس کے برابر کوئی آنے والی آفت ٹل جاتی ہے۔

(۴) ویسی ہی کوئی دوسری نعمت مل جاتی ہے۔

غرض دعا رائگاں نہیں جاتی۔ اور اس مضمون کو ایک حدیث میں یوں بیان کیا گیا ہے کہ:

ان ربکم حی کریم یستحی من عبدہ اذا رفع الیہ یدیہ ان یردھما صفرا من خائبتین۔

(رواہ ابوداؤد والترمذی عن سلمان)

اللہ تعالیٰ زندہ وسخی ہے۔جب بندہ اس کے آگے ہاتھ پھیلاتا ہے تو اسے خالی اور نامراد واپس کرتے شرم محسوس کرتا ہے۔

یہاں حیّ (زندہ) کا لفظ خاص طور پر قابلِ غور ہے۔ حی اور یستحیي (حیا کرنا) دونوں کا مادّہ ایک ہے۔ خدا کی "حیات" کا لازمی تقاضا اس کی "حیا" بھی ہے اور اس کی حیا مانگنے والے کو نامراد واپس کرنا پسند نہیں کرتی۔

غرض دعا اتنی بڑی قوت ہے کہ اسے کہیں سلاح المومنین (مومن کا ہتھیار) کہا گیا ہے اور کہیں مخ العبادۃ (عبادت کا مغز) بتایا گیا ہے۔ اور انتہا تو یہ ہے کہ قضا و قدر کے مقابلے میں اسے زیادہ وزنی بتایا گیا ہے۔ ارشاد ہے کہ،

لا یردُّ القضاءَ الا الدعاءُ (ترمذی)

دعا تقدیر کو بھی بدل دیتی ہے

دعا کا بڑا فائدہ تو یہ ہے کہ اس سے انسان خود ایک صحیح راستے پر لگ جاتا ہے۔ اپنے اندر ایک ایسی غیر معمولی تسکین و تقویت پاتا ہے جو دنیا کی کسی دوسری چیز سے حاصل نہیں ہو سکتی۔ نیز دعا کرنے والے کے اندر خدا پر اور خود اپنے اوپر ایک عجیب اعتماد پیدا ہو جاتا ہے۔ اور اگر ہم تمام باتوں سے قطع نظر کر لیں تو اتنا بے تامل کہا جا سکتا ہے دعا خود آپ اپنی جزا ہے۔ یہی کیا کم نعمت ہے کہ بندہ کچھ دیر اپنے مالک سے سرگوشیاں (مناجات) کرتا رہتا ہے۔

صرف ہمارا ہی نہیں بلکہ دنیا کے بے شمار انسانوں کا تجربہ ہے کہ جہاں دنیا کی تمام ممکنہ تدبیریں بے کار ہو گئی ہیں وہاں صرف دعاؤں نے تقدیر بدل دی ہے۔ شکستِ جنگ فتح سے بدل گئی اور مایوس العلاج بغیر دوا کے تندرست ہو گیا۔

یقیناً دعاؤں کا مطلب ترک تدبیر نہیں۔ ترک اسباب تو مسبب الاسباب کے ساتھ استہزا کرنا ہے۔ اور الٹی تدبیر کر کر کے دعائیں کرنا خود دعا کے ساتھ مذاق کرنا ہے۔ دعا سے بلاشبہ توکل علی اللہ پیدا ہوتا ہے لیکن توکل کے معنی ترک اسباب نہیں۔ تدبیر بھی دعا ہی کی طرح ضروری ہے۔ اگر کوئی شخص وظیفۂ ازدواج ادا کئے بغیر ایک صالح اولاد کی تمنا اور دعا کرتا رہے تو اس کی یہ دعا ہرگز قبول نہ ہو گی کیونکہ وہ جو کچھ دعا کرتا ہے اس کی تدبیر اس سے بالکل برعکس کر رہا ہے۔ پس دعا کا مطلب ہرگز ترک اسباب نہیں بلکہ دعا کی ہی اس لئے جاتی ہے کہ اللہ تعالیٰ تدبیر و اسباب مہیا فرما دے اور دعا کرنے والا اس پر عمل کر کے اپنی آرزوؤں کی تکمیل کرے۔

(محمد جعفر ندوی)

طابع و ناشر:۔ خلیفہ ڈاکٹر عبدالحکیم   مطبوعہ:۔ حمایت اسلام پریس لاہور   مقام اشاعت:۔ ۲ کلب روڈ۔ لاہور